اداریہ

جدید تحریکات اصلاح واجتہاد

تاریخ اُمت میں سقوط خلافت عثمانیہ علاماتی حیثیت سے جہاں ایک طرف سیاسی طور پر رو بہ زوال دور کے اختتام کا اعلان بنا، دوسری جانب یہ تاریخی موڑ اُمت مسلمہ میں الجزائر سے لے کر انڈونیشیا تک ایک نئی فکری روایت کے آغاز کی نوید بھی لے کر آیا۔ تجدید واصلاح کی ایک عالمی تحریک نے اپنا فکری رشتہ اسلام کے ابدی اور آفاقی اصولوں (قرآن اور سنت) سے استوار کرتے ہوئے روایتی مذہبیت، اسلام کی رسمی (ritualistic) تعبیر اور مغربی فکری اور ثقافتی یلغار کے ردعمل کے طور پر ظاہر ہونے والی معذرت پسندانہ (apologetic) اسلامی فکر کے برعکس دور جدید کے تقاضوں اور مطالبوں کے پیش نظر اسلام کی ایک حرکی (dynamic) اور جامع (holistic) تعبیر، اصلاح وتجدید کے جذبے کے ساتھ پیش کی۔ مصر میں علامہ رشید رضا اور امام حسن البنا، پاکستان میں علامہ اقبال اور سید مودودی، الجزائر میں مالک بن بنی، انڈونیشیا میں ڈاکٹر محمد ناصر، ترکی میں استاذ سعید نورسی، افریقہ میں عثمان دان فودیو جیسے تاریخ ساز مشاہیر نے اس تحریک اصلاح کی قیادت کی۔ مختلف خطوں میں ترقی پانے والی ان تحریکات کے محرکات، مناہج، اور اہداف کا جائزہ لیا جائے تو ان مشاہیر کے درمیان کوئی ذاتی رابطہ یا تعلق نہ ہونے کے باوجود ان میں غیر معمولی مشابہت ومماثلت کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ یہی مماثلت اس کے نظام تربیت اور تنظیم میں بھی موجود ہے۔ ان تحریکات نے عموماً مغربی لادینیت اور مادہ پرستی کو اپنی تنقید کا ہدف بنایا۔ اگر استاذ ابوالاعلیٰ مودودی کے مقالات جو تنقیحات کے زیر عنوان طبع ہوئے اور ایران میں استاذ محمد باقر الصدر کی تحریرات ''فلسفتنا'' و ''اقتصادنا'' (ہمارا فلسفہ اور ہماری معیشت) یا علی شریعتی

کی نگارشات اور الجزائر میں مالک بن بی کی کتب کا جائزہ لیا جائے یا علامہ اقبال کے خطبات ''تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ'' کا مطالعہ کیا جائے تو یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ہزاروں میل کے فاصلوں کے باوجود ان مشاہیر نے مغربی فکر کا تنقیدی جائزہ لیتے وقت کتنے اعتماد سے اسلام کو ایک جامع تہذیبی متبادل کے طور پر پیش کیا۔

مغربی مفکرین اور مغربی عینک سے اسلام اور مسلمانوں کا مطالعہ کرنے والے بہت سے دانش وروں کو ایک بنیادی مشکل یہ پیش آتی ہے کہ وہ تجدید واصلاح کی تحریکات اور قدامت پرستی کے رجحان میں فرق نہیں کرتے۔ چونکہ تمام تحریکات اصلاح وتجدید کی منزل مدینہ منورہ میں قائم ہونے والی مثالی اسلامی روایت کی روشنی میں ایک جدید اسلامی رفاعی ریاست کا قیام ہے اس لیے حاکمیت الٰہیہ، خلافت علیٰ منہاج نبوت، اسلامی شخصیت سازی وتعمیر سیرت، تزکیہ نفس اور اسلامی بنیاد پر تعمیر خاندان، معاشرہ، سیاست ومعیشت جیسے مسائل، ان تحریکات اصلاح وتجدید کے بنیادی موضوع بن کر سامنے آتے ہیں۔ مصر، انڈونیشیا، برصغیر پاکستان اور الجزائر کے معروف مفکرین کا جائزہ لیا جائے تو ان کی فکر میں تین نکات مشترک نظر آتے ہیں، اوّلاً مروجہ نظام روایت ورسم پرستی سے عدم اطمینان، ثانیاً مغربی تصورات سے مغائرت اور ثالثاً دور جدید کے مسائل وحالات کے پیش نظر اجتہاد کے استعمال کی خواہش۔

تحریکات اصلاح وتجدید کے خدوخال پر غور کیا جائے تو ان کی سب سے نمایاں خصوصیت اجتہاد کا اختیار کرنا ہے۔ مستشرقین اور مستغربین سے اختلاف کرتے ہوئے ہم ان تحریکات کو ''اجتہادی تحریکات'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ ان تحریکات کا دور حاضر میں اسلامی نظام کے قیام کا مطالبہ واضح طور پر اس بات کا اعلان تھا کہ مغربی لادینیت (secularism) اور مادیت (materialism) اپنی عمر پوری کر چکے ہیں اور کم از کم مسلم معاشروں کو حیات وثبات فراہم کرنے سے قاصر ہیں۔ ان تحریکات اصلاح وتجدید نے جس شدت سے مغربی فکر کا رد کیا اتنی ہی

قوت سے مروجہ روایتی مذہب پرستی پر بھی تنقید کی۔ اقبال نے جہاں مغرب کو ہدف تنقید بنایا اور کہا کہ:

تو نے دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر

اتنی ہی شدت کے ساتھ مروجہ روایت پرستی کو بھی ناپسند کیا:

قوم کیا چیز ہے قوموں کی امامت کیا ہے
اس کو کیا سمجھیں یہ بے چارے دو رکعت کے امام

ایک پر امید قلب و ذہن کے ساتھ تحریکات اصلاح و اجتہاد نے جہاں درویشی اور سلطانی کو عیاری پکارا، فقیہ و صوفی و شاعر کی ناخوش اندیشی کو امت کے انتشار فکری کا ذمہ دار قرار دیا وہیں جلوہ خورشید اور نغمہ توحید سے چمن کے معمور ہونے کی نوید بھی سنائی۔ اس دو رخی جدال کا نتیجہ واضح طور پر یہی ہونا چاہیے تھا کہ تحریکات تجدید و اصلاح کو نہ صرف مغرب ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے بلکہ روایتی مذہب پرستی کے علمبردار بھی ان تحریکات کو مشتبہ بلکہ گمراہ قرار دیں۔ چنانچہ جتنی سرد مہری اور مخالفت ان تحریکات کو مغربی سامراج اور طاغوت سے پیش آئی، اتنی ہی مخالفت خود روایتی دینی طبقات نے کی۔ وہ مصر ہو، سوڈان ہو، پاکستان ہو یا الجزائر، روایتی دینی مدارس سے فارغ ہونے والے ائمہ و خطباء بشمول تبلیغی جماعت نے اخوان المسلمون اور جماعت اسلامی وغیرہ کو ان کی روح اجتہاد کی بنا پر ایک لمحہ کے لیے بھی صحیح دینی فکر کا حامل تصور نہیں کیا۔

مسلم معاشروں میں روایت پرستی اور اسلام کی رسمی تعبیر کرتے ہوئے اسے ایک مذہب سمجھنے کا پہلا سبب یہ نظر آتا ہے کہ خلافت راشدہ کے بعد ملوکیت کے قیام کے نتیجے کے طور پر علماء حق اور ایوان حکومت کے درمیان فاصلوں میں اضافے کے ساتھ ساتھ بہت سے علماء دین نے اپنی

توجہ اصلاح ذات پر مرکوز کردی اور اصلاح معاشرہ و نظام حکومت کو عملاً ترک کردیا۔ دیگر مذاہب اور تہذیبوں کے ساتھ تعامل سے مسلمانوں کی فکر روم و یونان اور بالخصوص عیسائیت کے راہبانہ، روحانیت پرستانہ تصورات سے متاثر ہوئی۔ بہت سے اہل علم نے غیر محسوس طور پر اسلام کی روحی تعبیر کو بنیادی اہمیت دی اور معاشی، سیاسی، قانونی شعبوں کو بڑی حد تک دنیا پرستی اور دنیا طلبی سمجھتے ہوئے اپنے دائرہ کار سے خارج تصور کیا۔ بعض حضرات نے سیاسی معاملات میں حصہ لینے کو نظام طاغوت کے ساتھ مفاہمت سمجھا اور ہر ایسے کام سے اپنے آپ کو بچایا جس میں کوئی سیاسی پہلو موجود تھا نیتجتاً دین و دنیا کی تفریق نے کاروبار حیات پر ایسے افراد کو مسلط کر دیا جن کی خواہش ہی یہ تھی کہ ''مذہب'' عبادت گاہوں تک ہی محدود رہے اور زندگی کے بقیہ معاملات میں حرف آخر ان کی ذات ہو۔

دین و دنیا کی تفریق نے عموماً ایسی صورت حال پیدا کی جس میں مادہ پرستی اور مادی کامیابی و ترقی نے روحانی و اخلاقی فتح کے مقابلہ میں زیادہ قبولیت حاصل کی۔ اس صورت حال کی اصلاح کے لیے جب بھی تجدید مذہب کی کوشش کی گئی مذہب کے ظواہر ہی کو تجدید مذہب کی علامت سمجھا گیا۔ ان ظواہر میں عبادات اور روایتی طور طریقوں کو مذہب کی احیا اور نشاۃ ثانیہ سمجھا گیا مثلاً تبلیغی جماعت کے اجتماعات میں کثرت شرکاء کو عموماً مذہب کی طرف واپسی سے تعبیر کیا جاتا ہے جبکہ وہ صرف دین کے چند پہلوؤں خصوصاً نماز، روزہ، اور حج پر زور دیتی ہے اور دین کی روح یعنی اللہ تعالیٰ کی واحدانیت اور حاکمیت کے سیاسی، معاشی، ثقافتی اور ابلاغ عامہ جیسے اہم شعبوں میں قیام پر کوئی توجہ نہیں دیتی بلکہ اکثر سیاسی عمل کو روح دین کے منافی سمجھتی ہے۔ ایسی جماعتوں کو تحریکات اصلاح کی فہرست میں شامل کرنا اس اصطلاح کے ساتھ زیادتی ہے۔

ہماری اس رائے کا ایک بنیادی سبب یہ ہے کہ تحریکات اصلاح دراصل اجتہادی تحریکات ہیں اور یہ مطالبہ کرتی ہیں کہ دین اور اس سے متعلقہ تصورات کو بجائے تاریخ کے ادوار میں محدود و

مقید کردینے کے قرآن وسنت کے ابدی اصولوں کی روشنی میں تجزیاتی طور پر مطالعہ کیا جائے اور جدید مسائل کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں تلاش کیا جائے۔ اس اجتہادی عمل میں اندھی تقلید اور بزرگوں کے طریقوں کو جوں کا توں تسلیم کر لینے کا کوئی جواز نظر نہیں آتا۔ یہی سبب ہے کہ مذہبی جماعتیں، بشمول تبلیغی جماعت، جو اپنے مشائخ اور بزرگوں کی آراء، اقوال اور فیصلوں کو اپنی حکمت عملی کی بنیاد بناتی ہیں، اجتہادی تحریکات کو منحرف اور سلف کی روایت کے لیے خطرہ سمجھتی ہیں۔ روایت پسند مذہبی جماعتیں عموماً تحریکات اصلاح وتجدید کے مقابلہ میں ''مذہب'' کو عبادات کی حد تک محدود کردینے والی لادینی جماعتوں سے اتحاد کو زیادہ بہتر خیال کرتی ہیں۔ اس طرح ان کی روایتی مذہبیت بھی محفوظ رہتی ہے اور سیکولر جماعتوں کو بھی مذہبی عناصر کا تعاون حاصل ہو جاتا ہے یہ گویا ایک باہمی سہولت marriage of convenience کا معاملہ بن جاتا ہے اور اس طرح معاشرہ میں status quo کو بھی کسی قسم کا خطرہ نہیں ہوتا۔

تحریک شاہ ولی اللہ ہو، جماعت اخوان المسلمون ہو یا جماعت اسلامی ان تحریکات نے جو انقلابی حکمت عملی اختیار کی وہ دین کی جامع اور اجتماعی تعبیر کی بنا پر ایک معاشرتی، معاشی اور سیاسی انقلاب کی جانب رہنمائی کرتی ہے اور یہ بات ہر اس جماعت کے لیے خطرہ بن جاتی ہے جو status quo کے حق میں ہو۔ یہ عجیب ظلم ہے کہ مغربی مستشرقین نے سہل بینی کی بنا پر جماعت اخوان المسلمون اور جماعت اسلامی کو ان کے اس نعرہ کی بنا پر کہ وہ خلافت راشدہ کے طرز پر ایک نظام حکومت، نظام معیشت ومعاشرت برپا کرنا چاہتی ہیں روایت پرست سمجھ لیا جبکہ صرف یہی تحریکات صحیح معنی میں اجتہادی اور innovative کہی جاسکتی ہیں۔

تحریکات اسلامی نے معیشت، معاشرت، ابلاغ عامہ اور سیاسی معاملات میں اجتہاد کی بنیاد پر جو حکمت عملی اختیار کی ہے وہ کسی پہلو سے بھی قدامت پسند نہیں کہی جاسکتی۔ آج جب بہت سی قدامت پرست جماعتیں خواتین کے معاشرہ میں کردار کو اسلام کے منافی خیال کرتی ہیں اخوان

المسلمون کا شعبہ خواتین زینب الغزالی جیسی باعلم خاتون کی سربراہی میں خواتین کے مسائل پر جرات مندی سے کام کر رہا ہے اور تعلیم، صحت اور رفاہ عامہ کے کاموں میں اپنا حصہ ادا کر رہا ہے۔ مختصر یہ کہ تحریکات اسلامی کا بنیادی طور پر اجتہادی ہونا جہاں روایت پرست مذہبی جماعتوں کے لیے فکری مشکلات پیدا کرتا ہے وہاں صحیح معلومات نہ ہونے کے سبب اکثر مغربی مستشرقین کو یہ تاثر دیتا ہے کہ وہ بھی روایت پرست جماعتیں ہیں۔ اس گہری غلط فہمی کی اصلاح کی ضرورت غالباً جتنی اس وقت ہے اتنی پہلے کبھی نہ تھی۔ تحریکات اسلامی کے اس پہلو پر مزید کام کرنے کی ضرورت ہے۔

(انیس احمد)